مفتی عبدالباقی، لندن

تذکار شیخ رحمہ اللہ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

گیا وقت حقیقتاً واپس نہیں آتا۔ لیکن گذرا ہوا زمانہ تخیل کے پردہ پر ریل کی طرح گھومنے لگ جاتا ہے۔ حضرت کی وفات پر میرے ذہن کے پردے میں ماضی کے نقوش ایک ایک الگ الگ ظاہر ہونے لگے اور اس تماشہ میں محو ہو گیا۔

میں نے یہ دیکھا کہ ٹنڈو الہ یار میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ دارالحدیث میں تشریف لا رہے ہیں، چہرہ انور کو رومال سے ڈھانپ لیا ہے، اس لئے کہ گرد اڑ رہی ہے، لُو چل رہی ہے، دارالحدیث پہنچتے ہی طلبہ صف بستہ کھڑے ہو رہے ہیں، یہ ظہر کے بعد کی نشست ہے، بخاری جلد ثانی شروع ہو رہی ہے، قرأت وحدیث ہو رہی ہے اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ علوم و معارف کے دریا بہا رہے ہیں، شاہ انور رحمۃ اللہ علیہ کے علمی نکات موتیوں کی طرح ماہرانہ انداز سے لڑی میں پروئے جا رہے ہیں، اسلامی دنیا کی اہم علمی شخصیتیں اور ان کے خیالات سامنے ہیں، کسی پر تنقید ہو رہی ہے، کسی کی تحسین ہو رہی ہے، پھر کچھ معاصرین پر امام العصر الکشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مفردات کو ترجیح دی جا رہی ہے، یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بحرِ ذخار ہے کہ موجیں مار رہا ہے، ایسا ناپیدا کنار سمندر ہے کہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ درس میں بیٹھا ہوا "طالب" یوں محسوس کر رہا تھا کہ کسی علمی میوزیم میں سیر ہو رہی ہے، جس میں ہر قسم کی کتابیں ہیں اور ہر کتاب کھلی ہے، اس میں تفسیر بھی ہے اور اصولِ تفسیر بھی اور حدیث بھی ہے اور اصولِ حدیث بھی، اسماء رجال بھی۔ اس میں فقہ بھی اور اصولِ فقہ بھی، اس میں صرف ونحو ومعانی ہے، فلسفہ اور منطق بھی۔ سائنس بھی ہے اور نفسیات بھی، اقتصادیات کی کتابیں بھی ہیں اور معاشیات بھی۔ معلومات عامہ بھی اور معلومات خاصہ بھی۔ اس میں علمی لطیفے بھی ہیں اور فنی چٹکلے بھی۔ قدیم طب بھی اور جدید ڈاکٹری بھی۔ ساون کی موسلا دھار بارش کی

طرح درس کی رفتار تیز ہوتی تھی اوراس میں دھیما پن کا نام نہ تھا۔ تیز سے تیز تر بلکہ تیز ترین ہوتی تھی۔

اور میں نے دیکھا کہ صبح کا وقت ہے، دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار کا گھڑیال بج رہا ہے۔ سنن ابوداؤد پڑھانے کے لئے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ بہترین قبا زیب تن کئے ہوئے، ہاتھ میں عصا لئے خراماں خراماں دارالحدیث تشریف لا رہے ہیں۔ اب درس شروع ہوتا ہے۔ کبھی اسناد پر بحث، کبھی متن حدیث پر بحث۔ ایک ایک حدیث کے لئے شواہد اور مواقعات پیش فرمارہے ہیں۔ ایسے لطیف نکات بیان ہورہے ہیں کہ اگر امام ابوداؤد خود اس درس میں شریک ہوتے تو عش عش کر اٹھتے اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کو داد وتحسین ادا کرتے۔

اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ مدرسہ عربیہ کراچی کی صاف ستھری اور پرسکون فضا میں طلبہ کا تحریری امتحان ہورہا ہے، اساتذہ رقیبانہ نگاہ رکھتے ہوئے گھوم پھر رہے ہیں۔ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی نگرانی فرمارہے ہیں، امتحانی پرچہ جات عمیق سوالات پر مشتمل ہیں، ان کے حل کرنے میں طلبہ منہمک ہیں، بارگاہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ میں بندہ بھی حاضر ہے، درمیان میں چائے کا دور چلتا ہے۔ حضرت الشیخ نے از راہ عنایت مجھے بنفسِ نفیس ایک فنجان عطا کی۔ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ ہشاش بشاش ہیں، چہرۂ انور چمک رہا ہے، طلبہ پر نگاہ ڈالتے ہوئے اپنی محنت پر نازاں ہیں، پھر خدا کے انعامات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: بڑی کاوش اور تکلیف دہ حالات سے گذرنے کے بعد مدرسہ اس منزل پر پہنچا ہے۔ بڑا عجیب منظر تھا۔ مجھے یاد ہے اور خوب یاد ہے۔ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ فقیر والی، ہارون آباد وغیرہ میں عام جلسوں اور علمی مجلسوں سے واپسی پر بہاول نگر اتر کر مدرسہ جامع العلوم عیدگاہ میں اچانک تشریف لا رہے ہیں، سیدھے دارالحدیث میں بندہ کے پاس زحمت فرمائی، اس وقت بندہ ابوداؤد پڑھا رہا تھا، سامنے طلبہ کی اچھی خاصی جماعت تھی، معانقہ ہوا، داد دی اور فرمایا کہ: اب بنوری بوڑھا ہوگیا ہے، اب تو آپ جیسوں کا کام ہے کہ حدیث پڑھائیں۔ خوش وخرم قیام گاہ تشریف لے گئے، بڑی گرم علمی مجلس رہی اور عازم کراچی ہوئے۔ مجھ جیسے خادم پر اس اچانک آمد نے کس قدر گہرے نقوش چھوڑے، کتنی الفت بڑھ گئی، بلکہ ہر ملاقات کے بعد ہمیشہ محبت میں اضافہ ہوتا رہا۔ آہ! اب کیا بتاؤں کہ اب وہ مجلس کہاں ڈھونڈوں۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ اواخر شعبان ۱۳۹۱ء بمطابق اکتوبر ۱۹۷۱ء میں بیرونِ ملک سفر کی غرض سے حاضر خدمت ہوں۔ فرمارہے ہیں کہ: ابھی تو میرا ارادہ حرمین جانے کا پختہ نہیں، ذرا ٹھہر جاؤ۔ دوسرے دن فرمانے لگے: فلاں آدمی کے ساتھ فلاں جگہ جاکر برٹش ویزا اور سعودی ویزا لیں، یکم رمضان کو میرے ساتھ پہلے حرمین شریفین چلے جانا، اس کے بعد وہاں سے لندن روانہ ہوجانا، یکم رمضان کو صبح ہی بلایا اور احرام، طریقہ غسل سب باتوں کی تلقین فرمائی۔ اللہ اللہ کیسے معلم! لمحہ بہ لمحہ ہدایات دے رہے ہیں، خود احرام کی حالت میں ہیں، روزہ ہے، ہوائی اڈہ تک ایک ہی کار میں، پھر ہوائی جہاز میں، پھر جدہ میں اور پھر مکہ میں اٹھارہ رمضان تک مکہ، مسجد

الحرام اور کعبۃ اللہ کے مناظر' مجھے ساتھ ہی رکھا' پھر مدینہ منورہ میں اعتکاف میں ساتھ رکھا' عید کے بعد مجھے لندن جانے کا حکم دیا اور خود عازم کراچی ہوئے۔ کیا کیا دیکھا، کیا بتاؤں کیا دیکھا؟ کیا سنا؟ بس ایک خواب کی دنیا تھی، جس سے میں گذر گیا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ ساؤتھ افریقہ سے تار آیا کہ فلاں تاریخ کو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ لندن کے ایئرپورٹ پر اتریں گے' مت پوچھئے کہ کتنی فرحت انگیز خبر تھی' شیخ تشریف لا رہے ہیں' ساتھ ہی حافظ موسیٰ صاحب ہیں' کارواں کا کارواں ہے۔ ایئرپورٹ سے رواں دواں ہے اور سیدھا غریب خانہ پر کارواں رک جاتا ہے' چند دن مہمان بن کر حضرت الشیخ سے لندن والے مستفید ہوتے ہیں' پھر دیگر شہروں کا دورہ فرمایا اور پھر الوداع کہہ کر رخصت ہوئے۔ سارے سفر میں بندہ ساتھ رہا۔ یہ خلوتیں کسے نصیب۔ یہ یادگار صحبتیں کب بھول جانے والی ہیں' میں ان کو کیسے بھولوں؟ اور کیونکر بھولوں؟

میں نے یہ بھی دیکھا کہ پڈرشفیلڈ ختم نبوت کے دفتر کی طرف سے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت نامہ بھیجا گیا ہے اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ انگلینڈ تشریف لا رہے ہیں' اس وقت حضرت حرمین شریف تشریف رکھتے ہیں' چنانچہ مجھے بھی اطلاع دی گئی کہ حضرت الشیخ کی ناک سے بہت زیادہ خون بہہ گیا۔ ڈاکٹروں نے سفر سے منع کر دیا۔ تاہم حضرت کا آنا یقینی ہے۔ چنانچہ وقت مقررہ پر ایئرپورٹ پر استقبال کیا گیا۔ لندن میں ایک رات قیام کے بعد پڈرشفیلڈ روانہ ہوئے۔ دفتر ختم نبوت پہنچے۔ دفتر میں قیام پذیر صاحب خانہ موجود نہیں تھے' بعد میں ملے' حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو رات کے وقت پیشاب کرنے کا عارضہ پیش تھا' رات کو ایک دو دفعہ میں بھی ان کے ساتھ گیا' لیکن میری آنکھ لگ گئی اور حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا پیشاب کرنے کے لئے اٹھے۔ اندھیرا تھا۔ بجلی کا سوئچ آٹومیٹک تھا۔ آن کرنے کے تھوڑی دیر بعد خود بخود بجھ جاتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب پیشاب سے فارغ ہوئے تو بٹن دبا دیا۔ ابھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ آگے نہیں بڑھے کہ بٹن خود بخود بجھ کر اندھیرا ہوگیا۔ بیت الخلاء کے قریب ایک تہہ خانہ تھا جس کا دروازہ نہیں تھا' دوسری طرف ذرا آگے حضرت کی قیام گاہ (دفتر ختم نبوت) تھی۔ حضرت نے غلطی سے تہہ خانہ کی طرف قدم بڑھایا اور نیچے سیڑھیوں پر لڑھکتے لڑھکتے دھڑام سے تہہ خانہ میں گرے۔ غالباً سولہ سترہ سیڑھیاں ہوں گی' معلوم نہ تھا کہ نیچے سوئچ کہاں ہے۔ اندھیرے میں سیڑھیاں تلاش کر کے اوپر چڑھ آئے' اپنے کمرے میں پہنچ کر مجھے آواز دی کہ بھائی اٹھو میں گر گیا ہوں۔ (پشتو میں یہ الفاظ کہے) میں چونک کر اٹھا۔ حضرت کو دیکھا۔ کیسے دیکھا؟ ایسے دیکھا کہ کسی نے بھی حضرت الشیخ کو ایسے حال میں نہیں دیکھا۔ میں اس وقت کچی نیند سے اٹھا تھا' بجلی جلائی۔ دیکھا تو حضرت الشیخ لہولہان ہیں' سر سے خون فوارے کی طرح ابل رہا ہے' چہرہ انور نے خون کی چادر اٹھا رکھی ہے' داڑھی پر لہو کی تہہ چڑھی ہوئی ہے کپڑے بھی خون سے رنگین ہیں' نہ پاؤں میں سلیپر، نہ ہاتھ میں لاٹھی۔ پرایا مکان، ہم اجنبی۔ اس وقت آدھی رات ہے' لوگ محو خواب ہیں۔ صاحب خانہ بھی اپنے کمرے میں آرام کر رہا ہے۔ میں نے سب سے پہلے ٹیشو پیپر

سے سر کا زخم صاف کیا، پھر چہرہ صاف کیا، پھر داڑھی صاف کی۔ ٹیشو پیپر کے ذرات زخم اور داڑھی میں پھنس جاتے تھے، صفائی میں مشکل پیش آئی، روئی نہیں تھی۔ دفتر میں ہوتا کیا ہے۔ صرف چند کتابیں، چار پائی اور چند کرسیاں۔ پھر بنیان اور چادر تبدیل کرائے۔ اپنے مفلر سے ان کا سر باندھا۔ میں نے کہا کہ صاحب خانہ کو جگاؤں۔ فرمانے لگے نہیں! اس کے آرام میں خلل ہو جائے گا۔ رہنے دو۔ میں بار بار کہتا کہ ڈاکٹر کو فون کر دیا جائے۔ فرماتے کہ صبح دیکھا جائے گا۔

پھر میں اس تہہ خانہ میں گیا، دیکھا کہ سارے راستہ میں خون چھڑکا ہوا ہے، کہیں کہیں خون کی دبیز تہہ جمی پڑی ہے، ساری سیڑھیاں خون سے لت پت ہیں۔ نیچے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سلیپر، ایک یہاں، دوسرا وہاں۔ لاٹھی بھی (عصا) ایک کونہ میں پڑی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے دو بکرے ذبح کئے ہیں۔ اتنی خون کی بہتات تھی کہ کمزور آدمی دیکھ کر بے ہوش ہو جائے، لیکن کیا مجال کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اف کی ہو، آخری رات کے وقت جب صاحب خانہ کی بیوی قضاء حاجت کے لئے اٹھی، اس نے ہر طرف خون ہی خون دیکھا گھبرا کر واپس کمرے میں گئی اور شوہر کو جگایا، وہ اٹھ کر بھاگے بھاگے آئے اور حیرانی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اسے جب معلوم ہوا تو پھر دوستوں کو اطلاع دی۔ پھر ڈاکٹر کو فون کیا۔ پھر ایمبولینس منگوا کر حضرت کو ہسپتال لے گئے، غالباً سات ٹانکے لگے اور ڈاکٹر نے حضرت کو ہسپتال سے فارغ کیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ سفر پر پابندی لگا دی، مگر لوگ کب معاف کرنے والے تھے۔ پروگرام کے مطابق حضرت الشیخ نے سفر جاری کیا اور پھر واپس کراچی تشریف لے گئے، اس سفر کی رفاقت میں کب بھول سکتا ہوں جبکہ میں نے اس حالت میں شیخ کو دیکھا کہ کسی نے تو کیا خود حضرت نے بھی کبھی اپنے آپ کو نہیں دیکھا ہوگا۔

اس قسم کے واقعات کی لڑی تسلسل کے ساتھ دماغ کے پردہ پر گھومنے لگی، میں اس میں محو تھا۔ چند دن ہی گذرے ہوں گے کہ مصر میں پاکستانی سفارت خانہ کی طرف سے پاکستانی سفارت خانہ لندن کو، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی لندن اور انگلینڈ میں تشریف آوری کی اطلاع ملی اور ۲۱ اکتوبر کو لندن ایئر پورٹ پر ایجپٹ ایئر لائن میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت مدنی صاحب اترے، ملاقات ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب کو میں اپنی قیام گاہ پر لے آیا اور حضرت مدنی کو دوسرے شخص اپنے متعلقین کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی صاحب نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ "البحوث الاسلامیة" کی کانفرنس قاہرہ میں ایک قرارداد تعزیت شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود نے پیش کی، اس میں حضرت الشیخ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا اور ان کی خدمت دین اسلام کو سراہا۔ بعد میں الازہر کی طرف سے شیخ الازہر نے ایک وفد برائے تعزیت مفتی صاحب کی قیام گاہ پر بھیجا اور حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔